جشنِ عید میلاد النبی ﷺ منع آخر کیوں؟

از: مولانا ندیم احمد انصاری ایم اے
مہتمم مدرسہ نور محمدی، ممبئی

لفظی اعتبار سے ہر اس دن کو عید کہتے ہیں جس میں کسی بڑے آدمی یا کسی بڑے واقعہ کی یاد منائی جائے۔ بعض نے کہا کہ عید کو عید؛ اس لیے کہتے ہیں کہ وہ ہر سال لوٹ کر آتی ہے۔ (المنجد: ۶۹۰، معجم الوسیط: ۶۳۵) ''عید'' کو عید کہنا ایک طرح کی نیک فالی اور اس تمنّا کا اظہار ہے کہ یہ روزِ مسرّت بار بار آئے۔ (قاموس الفقہ: ۴/۴۱۹)

ولادتِ نبوی ﷺ کی صحیح تاریخ

تمام مؤرخین اور اصحابِ سیر کا اس پر تو اتفاق ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ولادتِ باسعادت پیر کے دن ہوئی؛ البتہ تاریخ میں شدید اختلاف ہے۔ ۲، ۸، ۹، ۱۰، اور ۱۲ تاریخیں بیان کی گئی ہیں اور وفات کے سلسلے میں ۲/ ربیع الاول کو جب کہ ولادت کے سلسلے میں ۱۲/ ربیع الاول کو ترجیح دی گئی۔

یومِ ولادتِ نبوی ﷺ

یومِ ولادتِ نبوی ﷺ یعنی اس عظیم الشان شخصیت کا جنم دن، جسے تمام عالم کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا۔ وہ دن واقعی بڑی ہی عظمت و برکت کا حامل تھا؛ اس لیے کہ اس مبارک دن میں رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ اس عالمِ رنگ و بو میں تشریف لائے۔ اگرچہ شریعت نے سالانہ آقا کے یومِ ولادت کو ''منانے'' کا حکم نہیں دیا نہ اسے عید ہی قرار دیا، نہ ہی اس کے لیے کسی قسم کے مراسم مقرّر کیے؛ لیکن جس سال ماہ ربیع الاول میں یہ دن آیا تھا، وہ نہایت ہی متبرک اور پیارا دن تھا۔ آج جو لوگ اس دن کو 'عید' کے نام سے یاد کرتے ہیں وہ اصلاً رسولِ خدا ﷺ کی نافرمانی کرتے ہیں، اس لیے کہ خود ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

اللہ تعالیٰ نے دیگر قوموں کے مقابلے میں مسلمانوں کے لیے عید کے دو دن مقرّر کیے ہیں: (۱) عید الفطر اور (۲) عید الاضحیٰ۔ یہ ارشاد اس وقت آپ ﷺ نے فرمایا تھا جب کہ آپ نے اہلِ

مدینہ کو دوسرے دنوں میں زمانۂ جاہلیت کے طرز پر عید وخوشی مناتے دیکھا۔(ابوداود:۱۱۳۴، نسائی:۱۵۵۷)اس سے یہ مسئلہ بالکل واضح ہوگیا کہ اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ماننے والوں کے لیے سالانہ صرف دو دنوں کو عید کے طور پر مقرر فرمایا،ان کے علاوہ بعض روایتوں میں جمعہ کے دن کو بھی عید کہا گیا ہے،اس کے علاوہ کسی دن کے متعلق عید کا لفظ وارد نہیں ہوا۔اب اگر کوئی اس پر زیادتی کر کے اپنی طرف سے مزید ایک دن بڑھاتا اور اس میں عید جیسی خوشیاں مناتا ہے،تو وہ گویا رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشادِ عالی پر عدم رضامندی کا اظہار کرتا ہے،اور جو اسے دین کا حصہ سمجھتا ہے،وہ اپنی طرف سے نیا دین تراشتا ہے اور یہ دونوں ہی طریقۂ عمل نہایت خطرناک ہیں۔

عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ابتداء

فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ فرماتے ہیں:

یہ مروجہ مجلسِ میلاد قرآن کریم سے ثابت ہے نہ حدیث شریف سے،نہ خلفاءِ راشدین و دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے ثابت ہے نہ تابعین وائمہ مجتہدینؒ؛امام اعظم ابوحنیفہؒ،امام مالکؒ،امام شافعیؒ،امام احمدؒ وغیرہ سے،نہ محدثین؛امام بخاریؒ،امام مسلمؒ،امام ابوداودؒ،امام ترمذیؒ،امام نسائیؒ اور امام ابن ماجہؒ وغیرہ سے اور نہ اولیاءِ کاملین؛حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی، خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ،خواجہ بہاء الدین نقشبندیؒ اور شیخ عارف شہاب الدین سہروردیؒ وغیرہ سے۔چھ صدیاں اس امت پر اس طرح گزر گئیں کہ اس مجلس کا کہیں وجود نہیں تھا۔سب سے پہلے بادشاہ اربل نے شاہانہ انتظام سے اس کو منعقد کیا اور اس پر بہت مال خرچ کیا،پھر اس کی حرص واتباع میں وزراء وامراء نے اپنے اپنے انتظام سے مجالس منعقد کیں،اس کی تفصیل ''تاریخ ابن خلکان'' میں موجود ہے۔

اسی وقت سے علماءِ حق نے اس کی تردید بھی لکھی ہے؛چنانچہ ''کتاب المدخل'' میں علامہ ابن الحجاج نے بتیس صفحات میں اس کے قبائح و مفاسد دلائلِ شرعیہ کی روشنی میں لکھے ہیں۔ ۷۳۷ھ میں اس کی تصنیف سے فراغت حاصل ہوئی،پھر جہاں یہ مجلس پہنچتی گئی،وہاں کے علماء تردید فرماتے رہے؛چنانچہ عربی،فارسی اور اردو صلی اللہ علیہ وسلم ہر زبان میں اس کی تردید موجود ہے اور آج تک تردید کی جارہی ہے۔(فتاوی محمودیہ جدید:۳/۲۱۴-۲۱۳بتغیر)

بریلوی عالم کا اعتراف

بریلوی حضرات کے ایک عالم قاضی فضل احمد صاحب لکھتے ہیں:''یہ امر بھی مسلمہ ہے کہ اس مخصوص شکل سے یہ عملِ خیر و برکت ونعمت ۶۰۴ھ سے جاری ہے''۔(مروجہ محفلِ میلاد:۵۲ ملخصاً)

عیدِ میلاد کا حکم

اس سے بعض لوگ اس غلط بات کی طرف چلے جاتے ہیں، گویا کہ ہم ذکر نبوی ﷺ کو منع کرتے ہیں۔ نعوذ باللہ! ثم نعوذ باللہ! نفسِ ذکر میلاد فخر عالم علیہ السلام کو کوئی منع نہیں کرتا؛ بلکہ ذکرِ ولادت آپ ﷺ کا مثل ذکر دیگر سیر وحالات کے مندوب ہے۔ (البراہین القاطعۃ علی ظلام انوار الساطعۃ: ۱۴۰) لیکن اس زمانہ میں مجالسِ میلاد بہت سے منکرات وممنوعات پر مشتمل ہونے کی وجہ سے شرعاً ممنوع ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳/۱۸۱ جدید محقق) بالفاظِ دگر میلادِ مروجہ وقیام مروج جو امورِ محدثہ، ممنوعہ کو مشتمل ہے، ناجائز اور بدعت ہے۔ (عزیز الفتاویٰ: ۱۲۲، زکریا بکڈپو، دیوبند)

یومِ ولادتِ نبوی ﷺ یقیناً باعثِ خوشی اور اظہارِ مسرت کا سبب ہے؛ لیکن اس تاریخ میں ہر سال اگر یہ دن ''منانے'' کا ہوتا، تو اس کے متعلق احکامات وہدایات شریعتِ مطہرہ میں کثرت سے وارد ہوتیں۔ یہ خیال رکھنے کی بات ہے کہ یہ دن حضور ﷺ اور صحابۂ کرامؓ کے سامنے بھی تھا، تو جب خود حضور ﷺ اور صحابۂ کرامؓ نے اس خوشی کا اظہار مروجہ طریقہ پر نہیں کیا اور ''عیدِ میلاد'' نہیں منایا، تو یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ شریعت میں اظہارِ خوشی کا یہ طریقہ درست نہیں، ورنہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابۂ کرامؓ اس پر عمل کرکے اس کا جواز ضرور بتلاتے۔ یہی ایک دلیل مروجہ میلاد کے غیر درست ہونے کے لیے کافی ہے۔

ارشادِ ربّانی ہے: ﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا﴾۔ (سورۃ المائدۃ: ۳) آج میں نے تمھارے لیے دین کو کامل ومکمل کر دیا (اب اس میں کسی طرح کمی بیشی کی گنجائش نہ رہی) اور تم پر اپنا انعام مکمل کر دیا اور تمہارے لیے اسلام کے دین ہونے پر راضی ہو گیا۔

نیز ارشادِ رسول ﷺ ہے: جو ہمارے اس دین میں کوئی ایسی نئی بات ایجاد کرے، جو دین میں سے نہیں ہے، وہ مردود ہے۔ (بخاری: ۲۶۹۷، مسلم: ۶۷۱۸)

ایک دوسری روایت میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تم میری سنّت کو لازم پکڑو اور میرے بعد ہدایت یافتہ خلفاءِ راشدین کی سنّت کو لازم پکڑو، اسے ڈاڑھوں سے مضبوط پکڑے رہو اور دین میں نئی باتیں ایجاد کرنے سے بچو؛ کیوں کہ دین میں پیدا کی گئی ہر نئی بات بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ (ابوداود: ۴۶۰۷، ترمذی: ۲۶۷۸، ابن ماجہ: ۴۲)

کیا رسول اللہ ﷺ کا بس یہی حق امت پر ہے کہ سارے سال میں صرف ایک دن اور وہ

بھی صرف تماشہ کے طور پر، آپ ﷺ کا ذکرِ مبارک جھوٹے سچے رسالوں سے پڑھ دیا اور پھر سال بھر کے لیے فارغ ہوکر آئندہ بارہ وفات اور عیدِ میلاد کے منتظر ہوکر بیٹھ گئے۔ افسوس! مسلمانوں کا فرض تو یہ ہے کہ کوئی دن آپ ﷺ کے ذکرِ مبارک سے خالی نہ جائے؛ البتہ یہ ضروری نہیں کہ فقط ولادت کا ہی ذکر ہو؛ بلکہ کبھی آپ ﷺ کی نماز کا، کبھی آپ کے روزے کا، کبھی جہاد کا، اور کبھی آپ کے اخلاق واعمال کا، جو کہ سب سے زیادہ اہم ہیں۔ کبھی ولادتِ باسعادت کا بھی ہو کہ یہ بھی باعثِ خیر وبرکت ہے۔ (جواہر الفقہ: ۹۱/۴، امداد المفتیین: ۱۶۳)

محبت کی علامت بھی یہی ہے کہ محبوب کی ہر بات کا ذکر ہو، ولادتِ شریفہ کا بھی، سخاوت اور عبادت کا بھی۔ اس میں کسی مہینہ اور تاریخ اور مقام کی کوئی تخصیص نہیں؛ بلکہ دوسرے وظیفوں کی طرح روزمرہ اس کا وظیفہ ہونا چاہیے۔ یہ نہیں کہ سال بھر میں مقررہ تاریخ پر یومِ میلاد منالیا جائے اور اس کے بعد کچھ نہیں؛ حالاں کہ حضور ﷺ کا ذکرِ مبارک تو غذا ہے، ہر وقت ہونا چاہیے، اس میں وقت کی تخصیص کی کیا ضرورت؟ (الفضائل والاحکام: ۱۱۱، امداد الفتاویٰ: ۱۸۷/۱)

اس پوری تفصیل سے واضح ہوگیا کہ محفلِ میلاد میں کوئی تاریخ معین اور ضروری نہ سمجھی جائے، شیرینی کو ضروری نہ سمجھا جائے، ضرورت سے زیادہ روشنی نہ کی جائے، غلط روایات نہ پڑھی جائیں، نظم پڑھنے والے بے ریش نہ ہوں، اور گانے کی طرح نہ پڑھیں، اسی طرح دوسری بدعات سے خالی ہو، تو مضائقہ نہیں۔ (امداد الفتاویٰ: ۲۴۹/۵، ونظام الفتاویٰ، حصہ دوم: ۱۶۵/۱، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، دیوبند)

غرض یہ کہ رسول اللہ ﷺ کا ذکرِ مبارک جب کہ ان رسوم وبدعات سے خالی ہو تو ثواب اور افضل ہے، اور اگر مروجہ طریقہ پر رسوم وبدعات سے بھرا ہو تو نیکی برباد گناہ لازم ہے۔ جیسے کوئی بیت الخلاء میں جاکر قرآنِ کریم کی تلاوت کرنے لگے۔ (جامع الفتاویٰ: ۵۵۲/۲، ربانی بک ڈپو، دہلی، فتاوی عثمانی: ۱۱۹/۱، کتب خانہ نعیمیہ دیوبند)

المختصر! ہم مسلمان ہیں اور ہمیں اپنی خوشی اور غمی، ہر حالت میں شریعت کی اتباع کرنا واجب وضروری ہے اور شریعت میں امرِ مندوب پر اصرار کرنا اور واجب کی طرح اس کا التزام کرنا اتباعِ شیطان ہے۔ (عزیز الفتاویٰ: ۱۴۲ بتغیر)

'اہلِ حدیث' علماء کا موقف

جناب مولانا مفتی ابومحمد عبدالستار صاحب فرماتے ہیں:

ہیئتِ مروجہ کے ساتھ مجلسِ میلاد کا انعقاد ازروئے کتاب وسنت قطعاً حرام اور بدعت؛ بلکہ

داخل فی الشرک ہے؛ کیوں کہ اس کا ثبوت نہ تو خود رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے، نہ کسی صحابیؓ سے، نہ کسی تابعیؒ سے۔ غرض قرونِ ثلاثہ میں اس کا وجود بالکل مفقود ہے، نہ ازمنۂ ائمہ اربعہ میں اس کا پتہ لگتا ہے؛ بلکہ ساتویں صدی میں یہ بدعت بجانب خود ایجاد کی گئی ہے۔ (فتاویٰ ستاریہ: ۱/۶۴)

جناب مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں:

ہم مجلسِ میلاد کو کارِ ثواب نہیں جانتے؛ اس لیے کہ زمانۂ رسالت وخلافت میں اس کا ثبوت نہیں ملتا۔ آگے ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں: مولود کی مجلس ایک مذہبی کام ہے، جس پر ثواب کی امید ہوتی ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ کسی کام پر ثواب کا بتلانا شرع شریف کا کام ہے؛ اس لیے کسی کام پر ثواب کی امید رکھنا، جس پر شرع شریف نے ثواب نہ بتلایا ہو، اس کام کو بدعت بنا دیتا ہے۔ مولود کی مجلس بھی اسی قسم سے ہے؛ کیوں کہ شریعتِ مطہرہ نے اس پر ثواب کا وعدہ نہیں کیا؛ اس لیے ثواب سمجھ کر تو یقیناً بدعت ہے، رہا محض محبت کی صورت، یہ بھی بدعت ہے؛ کیوں کہ رسول ﷺ سے محبت کرنا بھی ایک مذہبی حکم ہے، جس پر ثواب کی امید ہے۔ پس جس طریق سے شرع شریف نے محبت سکھائی ہے، اس طریق سے ہوگی تو سنّت، ورنہ بدعت۔ (فتاویٰ ثنائیہ: ۱/۱۱۹)

مفتیِ اعظم مکہ مکرمہ کا فتویٰ

شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن بازؒ فرماتے ہیں:

مسلمانو کے لیے ۱۲/ربیع الاول کی رات یا کسی اور رات میلاد النبی ﷺ کی محفل منعقد کرنا جائز نہیں ہے؛ بلکہ نبی ﷺ کے علاوہ کسی اور کی ولادت کی محفل منعقد کرنا بھی جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ میلاد کی محفلوں کا تعلق ان بدعات سے ہے، جو دین میں نئی پیدا کرلی گئی ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی حیاتِ پاک میں کبھی اپنی محفلِ میلاد کا انعقاد نہیں فرمایا تھا: حالاں کہ آپ ﷺ دین کے تمام احکام کو بلاکم وکاست، من وعن پہنچانے والے تھے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے مسائلِ شریعت کو بیان فرمانے والے تھے۔ آپ ﷺ نے محفلِ میلاد نہ خود منائی اور نہ کسی کو اس کا حکم دیا۔ یہی وجہ ہے کہ خلفاءِ راشدین، حضراتِ صحابۂ کرامؓ اور تابعینؒ میں سے کسی نے کبھی اس کا اہتمام نہیں کیا تھا، الخ۔ (مقالات وفتاویٰ: ۶/۴۰۱ اردو)

اللّٰھم ارنا الحق حقاً وارزقنا اتباعه، وارنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابه.

❁ ❁ ❁